(15)

دوست دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ترجمہ قرآن کریم کا کام جلد مکمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے

قرآن کریم معارف کا ایک بڑا بھاری خزانہ ہے اس سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھانے کی کوشش کرو

(فرمودہ 17 مئی 1957ء بمقام ربوہ)

تشہد، تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:

''عمر اور بیماری کے ساتھ انسان کی کیفیتیں بدلتی چلی جاتی ہیں۔ مجھے یاد ہے 1922ء میں مَیں نے سارے رمضان میں درس دیا تھا۔ اگست کا مہینہ تھا اور گرمی بڑی سخت تھی۔ لیکن مجھے یاد ہے کہ میں ساری رات درس کے نوٹ لکھا کرتا تھا اور صبح روزہ رکھ کر درس دیتا تھا۔ دوپہر کے بعد جب میں باہر نکلتا تو گرمی کی شدّت کی وجہ سے حکیم محمد عمر صاحب جو اَب بہت بڈھے ہو گئے ہیں مسجد کے کنویں سے پانی بھر لاتے اور میرے سر پر ڈالتے۔ اس کے بعد میں پھر واپس جا کر درس دینا شروع کر دیتا۔ ظہر آ جاتی، عصر آ جاتی، پھر شام آ جاتی مَیں درس دیتا چلا جاتا۔ کئی دفعہ ایسا ہوا کہ درس دیتے دیتے روزہ کھل جاتا۔ غرض کوئی بارہ تیرہ گھنٹے ہم درس دیتے تھے۔ تفسیر کبیر کی جو جلد پہلے چھپی تھی وہ اس درس کے نوٹوں کی وجہ سے ہے۔ لیکن اب بیماری کی وجہ سے جسم میں وہ برداشت نہیں رہی۔ پھر

عمر کا تقاضا بھی ہے۔

قرآن کریم کا اردو ترجمہ جو ابھی جاری ہے اور جس کی نظرِ ثانی ہو چکی تھی اس پر اب نظرِ ثالث ہو رہی ہے۔ لیکن مجھے ڈر ہے کہ مولوی محمد یعقوب صاحب جنہیں میں ترجمہ ڈکٹیٹ کراتا ہوں اور مولوی نورالحق صاحب مجھ سے نظرِ ثالث کے بعد نظرِ رابع بھی کروائیں گے اور نظرِ رابع کے بعد کہیں گے نظرِ خامس کر دیجیے۔ پھر نظرِ خامس ہو جائے گی اور جلسہ سالانہ کے دن قریب آ جائیں گے تو کہیں گے نظرِ سادس بھی کر دیجیے۔ اس کے بعد نظرِ سابع ہوگی اور مجھے ڈر ہے کہ اِس طرح اگلا سال بھی کہیں گزر نہ جائے۔ کیونکہ نظرِ ثانی کے وقت ہم ایک ایک دن میں دو دو سیپارے کر لیتے تھے۔ لیکن اب دو دو دن میں ایک سیپارہ ختم ہوتا ہے اور اسی طرح نظریں بڑھتی گئیں تو بڑی مشکل ہو جائے گی۔ میں نے انہیں کہا ہے اور تاکید کی ہے کہ وہ کام جلدی ختم کرنے دیں۔

1938ء میں مَیں نے کسی قدر ترجمہ کر لیا تھا۔ پھر جابہ اور مری میں پچھلے سال باقی ترجمہ ختم کیا اور اس سال رمضان میں اس کی نظرِ ثانی شروع کی تھی جو یہیں ختم کر لی تھی۔ اُن دنوں بعض دفعہ دو دو سیپارے ایک دن میں ہو جاتے تھے۔ اگر نظرِ ثالث بھی اِسی اختصار سے ہوتی تو سات دنوں میں چودہ سیپارے ختم ہو جانے چاہییں تھے لیکن ہوئے صرف تین چار سیپارے ہیں۔ گو مولوی محمد یعقوب صاحب اور مولوی نورالحق صاحب نے مجھے تسلی دلائی تھی کہ شروع کے پارے نظرِ ثانی کے وقت بھی مشکل سے ہوئے تھے بعد کے سیپارے جلدی ہو گئے تھے اور یہ بات بھی ٹھیک ہے۔ لیکن کہتے ہیں کہ جب تک پیالہ ہونٹوں کو نہ لگ جائے اور پانی پی نہ لیا جائے انسان کو تسلی نہیں ہوتی۔ مجھے بھی تسلی نہیں ہوتی۔ ہاں! اگر اگلے سیپارے عملاً جلدی ہو جائیں تو دیکھیں گے۔ فی الحال تو یہ صرف وعدہ ہی وعدہ ہے۔ بہرحال ہماری یہ کوشش ہے کہ ستمبر یا اکتوبر میں سارا قرآن کریم چھپ جائے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اِس کی توفیق دے۔

بیچ میں آرام کی ضرورت پیش آ جاتی ہے۔ کیونکہ لمبا کام کرنا پڑتا ہے۔ جن دنوں میں ہم نظرِ ثانی کر رہے تھے اُن دنوں بعض اوقات ہمیں آٹھ آٹھ، نو نو گھنٹے متواتر کام کرنا پڑا اور اُن دنوں دو دو سیپارے بھی ہو جاتے تھے لیکن عام دنوں میں ایک ایک سیپارہ یا ڈیڑھ ڈیڑھ سیپارہ ہی ہوتا تھا اور اُن دنوں میں بھی ہم چار چار گھنٹے روز کام کرتے تھے۔ اب بھی تین تین گھنٹے روزانہ کام ہوتا رہا ہے۔

بیماری لمبی ہو جانے کی وجہ سے قدرتاً کوفت زیادہ ہوتی ہے۔ پہلے اتنی کوفت محسوس نہیں ہوتی تھی۔ مگر اَب شدید بیماری کو دو سال کے قریب عرصہ ہو چکا ہے اور چونکہ بیماری زیادہ عرصہ جسم پر طاری رہی ہے اس لیے جلد ہی کوفت کی وجہ سے جسم گر جاتا ہے۔ بہرحال ہمارا ارادہ یہ ہے کہ چاہے کوفت ہی ہو کام ختم ہو جائے۔ اب بھی بعض اوقات کام کرتے کرتے بیماری کی وجہ سے مدہوش ہو جاتا ہوں۔ اور بعض دفعہ یوں محسوس ہوتا ہے کہ میں نیچے گر جاؤں گا۔ سامنے سے مولوی محمد یعقوب صاحب کہہ دیتے ہیں کہ حضور! کام بہت زیادہ ہو گیا ہے اب بس کر دیں۔ مگر میں اس بیہوشی میں بھی کہتا ہوں کہ کام کرتے چلے جاؤ چاہے رات کے بارہ بج جائیں۔ پس اللہ تعالیٰ نے ہمیں توفیق دی۔ گو ہم کام کریں گے۔ باقی چھاپنے والوں کی بات ہے۔ یہ لوگ بھی وقت پر چھاپ دیں۔ اگر انہوں نے اس ترجمہ کو وقت پر نہ چھاپا تو خدا تعالیٰ کے سامنے وہ ذمہ دار ہوں گے ہم ذمہ دار نہیں ہوں گے۔ ہم تو اِنْشَاءَ اللّٰہُ واپس جاتے ہی کام میں تیزی پیدا کر دیں گے اور اگلے ہفتہ سے زیادہ سے زیادہ کام انہیں بھیجنا شروع کر دیں گے۔ باقی چھاپنا ان کا کام ہے۔ اگر یہ لوگ اِس ترجمہ کو وقت پر شائع کر دیں تو اُمید ہے ستمبر اکتوبر میں کام ختم ہو جائے گا۔ شمس صاحب نے بھی جو جِلد قرآن کریم کے حجم کا اندازہ بتانے کے لیے مجھے دکھائی ہے وہ مجھے بہت بوجھل نظر آئی ہے۔ لیکن بدقسمتی سے ہمارے ملک کے پاس ایکسچینج نہیں اور ہلکا کاغذ فارن (FOREIGN) سے ملتا ہے اور گورنمنٹ اِسے امپورٹ کرنے کی اجازت نہیں دیتی۔ اس لیے میں نے کہا ہے چاہے جِلد بوجھل ہی ہے لیکن اِس سال ترجمہ چھپ جائے تا لوگ اس سے فائدہ اٹھانا شروع کر دیں ورنہ دل میں یہ بوجھ رہتا ہے کہ ابھی کام ختم نہیں ہوا۔

خدا کی قدرت ہے کہ پہلے سیپارے ترجمہ کے لحاظ سے بڑے مشکل ہیں اور یہی میں نے پیر منظور محمد صاحب مرحوم کے کہنے پر 1938ء میں کر لیے تھے۔ انہوں نے جب قاعدہ یسرنا القرآن مجھے ہبہ کیا اور اِس خواہش کا بھی اظہار کیا کہ اگر میں اردو میں قرآن کریم کا ترجمہ بھی کر دوں تو وہ اسے یسرنا القرآن کی طرز پر شائع کر دیں گے۔ چنانچہ میں نے اُس وقت کام کرنا شروع کر دیا اور سات آٹھ سیپارے مکمل کر لیے۔ اس کے بعد یہ کام رُک گیا۔ پچھلے سال جابہ اور مری میں مَیں نے اِس کام کو ختم کیا۔ لیکن دس بارہ ماہ تک اِس پر نظرِ ثانی نہ ہوسکی۔ گزشتہ رمضان میں اِس پر نظرِ ثانی ہوئی اور اب نظرِ ثالث ہو رہی ہے۔ اگر یہ ترجمہ چھپ جائے تو جس قسم کا یہ ترجمہ ہے یہ بات سمجھ میں آتی

ہے کہ جتنے ترجمے اِس وقت تک ہو چکے ہیں اُن سب سے یہ زیادہ مکمل ہے۔ مگر پورا پتا اُسی وقت لگے گا جب تھوڑی عربی جاننے والے اسے دیکھیں گے۔ جن کے دلوں میں شُبہ بھی پیدا ہوا اور وہ دیکھیں کہ ان کا وہ شُبہ اس ترجمہ سے دور ہو گیا ہے یا نہیں۔ اگر کسی کو عربی بالکل ہی نہ آتی ہو تو اُسے یہ ترجمہ سمجھ نہیں آئے گا۔ کیونکہ اس کے دل میں تو شُبہ پیدا ہو گا ہی نہیں۔ اور اگر عربی زیادہ آتی ہو تو پھر بھی اس کو شُبہ نہیں ہو گا کیونکہ اُسے کوئی شُبہ ہو گا تو وہ خود تحقیقات کر کے اس کو دور کر لے گا۔ غرض صرف درمیانی درجہ کا علم رکھنے والا ہی اس ترجمہ پر جرح کر سکتا ہے نہ میں کر سکتا ہوں اور نہ کوئی اَور عالم کر سکتا ہے۔ کیونکہ ہم جو جرح کریں گے وہ ہمارے نزدیک پہلے ہی حل ہے۔ اگر ترجمہ میں کوئی مشکل پیدا ہو گی تو ہمارا عربی کا علم حل کر دے گا۔ اس لیے ہم کوئی رائے قائم نہیں کر سکتے۔ رائے وہی قائم کرے گا جس کو کچھ عربی بھی آتی ہو اور وہ دیکھے کہ جو کچھ عربی میں لکھا گیا ہے وہ ٹھیک ہے یا نہیں۔ اور پھر وہ کوئی بڑا عالم بھی نہ ہو کہ اُس کا دماغ خود ہی مشکل حل کر لے مگر بہرحال یہ ترجمہ وقت پر چھپ جائے تو لوگوں کے مختلف گروہ اس پر غور کریں گے اور وہ غور کر کے بیسیوں اعتراضات کریں گے۔ اور پھر جب ہم کو موقع ملے گا تو اگلے ایڈیشن میں اس کی اصلاح کر دیں گے کیونکہ قرآن شریف علم کا ایک بڑا بھاری خزانہ ہے اور اس کے اوپر حاوی ہونا کسی انسان کا کام نہیں۔

کہتے ہیں کوئی سائیس 1 تھا ایک دفعہ اس کے مالک نے جو کوئی نواب زادہ تھا۔ اس سے کہا تم یوں کرو تو وہ کہنے لگا۔ سائیسی کا علم ایک دریا ہے تمہیں اس کا علم کیسے ہو سکتا ہے۔ تو اگر سائیسی کا علم دریا ہے تو قرآن کریم کا علم تو سمندر سے بھی کئی ہزار گُنا زیادہ ہو گا۔ خدا تعالیٰ خود فرماتا ہے کہ قرآن کریم میں جو مضامین بیان ہوئے ہیں اگر ساتوں سمندر سیاہی بن جائیں اور سات سمندر اَور اُن میں ڈال دیئے جائیں تب بھی وہ مضامین ختم نہیں ہوں گے۔ 2 اور پھر ان کو کوئی انسان ترجمہ کے اندر کیسے لا سکتا ہے۔ وہ تو اپنی طرف سے یہی کرے گا کہ ایک ناقص چیز پیش کر دے۔ لوگ اُس پر اعتراض کرتے جائیں اور اصلاح ہوتی جائے۔ کیونکہ قیامت تک لوگوں کو نئے نئے مضامین سُوجھیں گے اور وہ اس کے مطابق قرآن کریم کا ترجمہ کرنے کی کوشش کریں گے۔ اِس طرح زمانہ گزرتا چلا جائے گا لیکن سینکڑوں، لاکھوں، کروڑوں بلکہ اربوں سال میں بھی قرآن کریم کے معارف ختم نہیں ہوں گے۔ اس لیے یہ بات تو سرے سے ہی غلط ہے کہ میں کوئی کامل ترجمہ قرآن کریم کا کروں گا۔ کیونکہ

میں جانتا ہوں کہ کامل وہی ہے جو عربی زبان میں خدا تعالیٰ نے اُتارا ہے۔ میں جو ترجمہ کروں گا وہ بہرحال ناقص ہی ہوگا اور مجھ سے پہلوں نے جو کچھ کیا ہے وہ بھی ناقص ہے۔ مجھے ان کے تراجم میں نقائص نظر آتے ہیں اور ہزار سال بعد آنے والوں کو میرے ترجمہ میں نقص نظر آئیں گے۔ قرآن کریم کے مقابلہ میں جو کچھ بھی ہوگا وہ ناقص ہی ہوگا۔ یہ کوئی مسیح کے پرندے تھوڑے ہی ہیں جو ''رَل مِل جائیں'' گے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرمایا کرتے تھے کہ مولویوں کا خیال ہے کہ مسیح علیہ السلام پرندے پیدا کیا کرتے تھے۔ میں نے ایک مولوی سے پوچھا کہ آپ کا خیال ہے کہ مسیح علیہ السلام پرندے پیدا کیا کرتے تھے۔ یہ جو پرندے ہوا میں اُڑ رہے ہیں اُن میں خدا تعالیٰ کے پرندے کونسے ہیں اور مسیح علیہ السلام کے بنائے ہوئے پرندے کونسے ہیں؟ مولوی صاحب پنجابی تھے وہ کہنے لگے ''مرزا صاحب! میں تہانوں کی دسّاں اوہ تے ہن رَل مِل گئے ہن''۔ یعنی میں آپ کو کیا بتاؤں وہ تو اَب مل جُل گئے ہیں۔ پس حضرت مسیح علیہ السلام کے پرندے تو ''رَل مِل'' جاتے ہیں لیکن خدا تعالیٰ کا کلام ''رَل مِل'' نہیں سکتا۔ وہ بہرحال اس بات کا ہر وقت مقتضی رہے گا کہ اس میں سے نئے نئے مضامین نکالے جائیں۔

پس ہم اِنْشَاءَ اللّٰہُ کوشش کریں گے کہ ترجمہ کا کام جلد ختم ہو جائے۔ چھاپنے والے چھاپنے کی کوشش کریں گے اور خدا تعالیٰ چاہے تو یہ ترجمہ ستمبر یا اکتوبر میں چھپ جائے گا۔ چھاپنے والوں کے پیسے تو خرچ نہیں ہوں گے اور نہ انہیں محنت کرنی پڑتی ہے۔ ترجمہ بھی ہم کریں گے اور پیسے بھی ہم دیں گے۔ لیکن انہیں مفت میں ثواب مل جائے گا۔ ہزاروں آدمی اسے پڑھیں گے اور اس سے فائدہ اٹھائیں گے۔ اتنا آسان ثواب کسے مل سکتا ہے۔ اگر اس کی بھی کوئی ناقدری کرے تو وہ بہت بڑا بدقسمت ہے۔ چاہیے کہ کیا کاتب اور کیا چھاپنے والے اور کیا منتظم اور پھر کیا وہ لوگ جن کو میں ترجمہ ڈکٹیٹ کرواتا ہوں وہ رات دن ایک کر کے اِس کام کو ایک دفعہ پورا کر دیں تا لوگ اس سے فائدہ اُٹھانا شروع کر دیں اور ان کے لیے ثواب کا ایک رستہ کھل جائے۔ زندگی کا کوئی اعتبار نہیں۔ اگر ترجمہ چھپ جانے سے پہلے کوئی ہم میں سے مر گیا تو وہ ثواب سے محروم ہو جائے گا۔ اگر ترجمہ مکمل ہو جائے اور وہ چھپے نہیں تو چھاپنے والا ثواب سے محروم ہو جائے گا۔ اور اگر وہ چھپ جائے اور لوگ اسے

پڑھیں اور اس سے فائدہ اٹھائیں تو قیامت تک ہم لوگوں کے لیے یعنی ترجمہ کرنے والے کے لیے، ترجمہ لکھنے والوں کے لیے، چھاپنے اور چھپوانے والوں کے لیے ثواب جاری رہے گا۔ تھوڑی سی اَور چند ماہ کی محنت کا سوال ہے۔ اس کے بعد قیامت تک ثواب کا رستہ کھلا رہے گا۔ ہمیں کوشش کرنی چاہیے کہ ثواب کا وہ رستہ ضائع نہ ہو"۔ (الفضل 31 مئی 1957ء)

1 : **سائیس**: گھوڑے کی خدمت اور دیکھ بھال کرنے والا (**فیروز اللغات اردو جامع فیروز سنز لاہور**)

2 : قُلْ لَّوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّكَلِمٰتِ رَبِّيْ لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ اَنْ تَنْفَدَ كَلِمٰتُ رَبِّيْ وَلَوْ جِئْنَا بِمِثْلِهٖ مَدَدًا ﴿۱۱۰﴾ (**الکھف:110**)